ہزار زلیست ہو پائندہ تر، مگر، اسرار
اجل نہ ہو تو بنے کون بارِ غم کا کفیل

اسرار ناروی، ابنِ صفی، پرکاش سکسینہ، طغرل فرغان، ہنکی سولجر، عقرب بہارستانی۔

یہ چھ الگ افراد نہیں، بلکہ... یہ سب ایک ہی انسان کے چھ مختلف پہلو ہیں۔ ان کا سب سے عظیم و شاندار پہلو یہ ہے کہ وہ ایک اچھے انسان ہیں۔ انسانیت کے علمبردار۔ آدمیت کے حامی... ہر قسم کے تعصبات کے مخالف... معاشرے پر اللہ کی ڈکٹیٹرشپ کے قائل.... !! جی ہاں یہ ہمارے، شاید آپ کے بھی اور بہت سے لوگوں کے ہر دلعزیز ادیب، مزاح نگار، شاعر اور اردو زبان میں ایک مظلوم شعبہ "جاسوسی ادب" کے بانی جناب محترم ابنِ صفی صاحب ہی تھے۔

## جو کہہ گئے وہی ٹھہرا ہمارا فن اسرار

## اردو زبان کے محسن
## ایشیا کے عظیم
## جاسوسی ناول نگار
# ابنِ صفی (مرحوم)

تنویر عادل نجمی

محترم ابنِ صفی... جو اپنی لازوال اور نادر تحریروں کی بدولت ہم سب کے دلوں میں زندہ رہیں گے اور پھر ایسے انسان تو صرف جسمانی طور پر ہی ساتھ چھوڑتے ہیں۔ ان کی روح... ان کے خیالات و احساسات تو ہر دم ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ ابنِ صفی صاحب ایک عظیم انسان، ایک سچے پاکستانی... اسلام کے نام لیوا، یہ نام ہمارے لئے عزت کی علامت ہے۔ محترم ابنِ صفی ایک بے قرار روح، جو دنیا کے تپتے ہوئے صحرا میں خاردار کانٹوں کو اپنے جسم میں تو برداشت کر لے مگر.... انسانیت کے جسم میں کسی قسم کی سوزش نہ سہار سکے.... محترم ابنِ صفی فلسفی کا دماغ جو عالمی سیاست کو کھلی آنکھوں سے دیکھے اور ہر قسم کے فراڈوں سے لوگوں کو پیشگی آگاہیت اپنی کتابوں کے ذریعے پہنچا دے۔ اپنی کتابوں کے ذریعے انہوں نے سپر پاورز کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ تھریسیا اور جولیا کی عمران سے یک طرفہ محبت کا بھی، حمید کے ذہنی فطور کا بھی جس سے حمید ہر لمحہ ایک نئی تشبیہہ ایجاد کر ڈالتا ہے... صفدر کے ہر قسم کی فکروں سے آزاد کام کرنے کی دھن

کا بھی... علی عمران جیسا احمق بھی ان کے طلسمِ خیال کا راہی ہے اور... اور کرنل فریدی جیسا بلند حوصلہ، چٹانی صبر اور اولوالعزم کردار بھی آپ کے قلم کے ذریعے ہمارے ذہنوں کی وسعتوں میں گھر کر گیا ہے۔

محترم ابنِ صفی... جن کا مسلک معاشرے پر قانون کی بالادستی قائم کرنا... انہوں نے خود ہی کہا تھا۔

"میرا مشن ہے کہ آدمی قانون کا احترام کرے۔"

ہم نے ان کے ناولز میں ہمیشہ اسی کو سرِفہرست پایا یہ سری ادب زندگی کے ایک مخصوص شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔ انسان کا دل اور دماغ ہمیشہ نیکی اور بدی کا محاذ بنے رہتے ہیں حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ زمین خود غرضوں سے کبھی پاک نہیں ہوئی۔ کچھ لوگ صبر کرنا جانتے ہیں۔ جب کہ کچھ، دوسروں کو اذیت پہنچا کر ہی سکون محسوس کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے وہ جرائم کا راستہ اختیار کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ تاہم وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا کا کوئی مجرم سزا سے نہیں بچ سکتا۔ قدرت خود ہی اسے اس کے مناسب انجام تک پہنچا دیتی ہے۔ ہمیں ان کی کتابوں میں یہی کچھ ملتا ہے کہ ایک طرف خواہشات کا ریلا ہوتا ہے، اور دوسری طرف حق کی صدا گونجتی ہے.... پھر کوئی عمران، کوئی فریدی جان ہتھیلی پہ رکھ کر اس آگ میں چھلانگ لگا دیتا ہے تو آگ ٹھنڈک پہنچاتی ہوئی سرد ہو جاتی ہے۔

محترم ابنِ صفی کے پیچھے یہی جذبہ کارفرما تھا۔ وہ اس معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ دیکھنا چاہتے تھے — وہ انسانوں کے اندر جذبۂ حب الوطنی، شہریت کا لحاظ اور حقوق کا پاس پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ہر زبان کے جاسوسی ادب کا یہی مطلب ہوتا ہوگا۔ ان میں نیکی، بدی کو کھول کر سامنے رکھ دیا جاتا ہے جس سے انسان کا ذلالت پن عیاں ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں لاتعداد افراد بستے ہیں اور اسی طرح واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ہر فن کار انہیں اپنے طریقے سے محفوظ کر لیتا ہے... مصوّر اُسے اپنے فن کے ذریعے تصویری قالب میں ڈھال لیتا ہے۔ شاعر خوب صورت الفاظوں کی کویتا لکھ کر انہیں اپنے سینے سے لگا کر رکھتا ہے۔ ناول ہو افسانہ یا جاسوسی کہانی! یہ سب ادب کی پیداوار ہیں ایک پہاڑ سے پھوٹنے والے متعدد جھرنے....

ادب فنون کی ایک ایسی قسم ہے جو انسان کی جمالیاتی حس کی بدولت وجود میں آئی ہے.... اس کا اظہار کسی نہ کسی صورت میں ہوتا رہتا ہے... مثلاً تاج محل کو دیکھ کر دل بے اختیار یہی کہہ اٹھتا ہے کہ یہ پتھروں سے کی گئی شاعری ہے۔ ادب کے لئے ضروری ہے کہ دلچسپ ہو!... ایسی تحریر جو دل کو بھائے، ذہن کو چھوئے، انسانی زندگی کے کسی پہلو کی عکاس ہو.... وقت کے احساس کو فنا کر دیتی ہو، پھر تفریح بھی بے حساب! اس کو ادب کہنا چاہیئے۔ اور جس دل میں سوز و گداز ہو، پڑھنے والوں کے ذہنوں پر اثر چھوڑے وہ ادب ہے۔ ورنہ تو دنیا کے ہر شخص کے پاس سوچ بچار کی دولت ہے۔ انسان کے دل پر مختلف

وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ زندگی کے نشیب و فراز ہر ایک کے ساتھ پرچھائیوں کی طرح چلتے ہیں۔ وہ سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے۔ مگر ہر ایک اپنے خیالات و احساسات کو لفظوں کے چراغوں سے اس طرح روشن نہیں کر پاتا کہ اس کی روشنی قاری کے ذہن تک رسائی حاصل کر لے۔

جناب زاہد صاحب (کانپور) ایک اچھے شاعر ہیں۔ وہ کہتے ہیں ــــ "میری ابنِ صفی سے ملاقات "لاشوں کا آبشار" کے ذریعے ہوئی۔ اور پھر آج تک میں نے ان کے علاوہ کسی کو دیکھا تک نہیں۔۔۔۔ اس وقت میری عمر بارہ سال تھی۔ اور آج میرا بڑا لڑکا اٹھارہ سال کا ہے۔ مگر ابنِ صفی روزِ اوّل سے مجھے مسحور کئے ہیں۔ میں صرف ابنِ صفی کو ہی پڑھ سکتا ہوں۔"!

زاہد صاحب کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں مگر یہاں لوگوں کی رائے کا بیان نہیں بلکہ اپنی روحانی الفت کا پیش کرنا ہے۔

اپنے احساسات کو خوب صورت لفظی نگینے پہنانا۔۔۔ تخیلات کو زبانی پیراہن سے آشنا کرنا۔ سوچ کے خوبصورت پھولوں کی خوشبو سے پڑھنے والوں کے ذہنوں کو مہکا رکھنا۔۔۔۔ یہ سب ایک عظیم ادیب کی علامتیں ہیں ــــ میں محترم ابنِ صفی کو ایک بہت بڑا ادیب مانتا ہوں اور سرّی ادب کو ادب کے مہا پرش چاہے ادب میں جگہ نہ دیں اسے ایک باقاعدہ شعبہ تسلیم کرتا ہوں۔ وگرنہ بتائیے تو آخر محترم ابنِ صفی کی کتابیں ان مشہور و معروف ادیبوں سے زیادہ کیوں پڑھی جاتی ہیں ــــ!!

ادب کسی معاشرے کے جسم پر نبض کی طرح حرکت کرتا ہے اور ادیب وہی ہے جو اپنی انگلیوں کی حساس پوروں کے ذریعے نبض کی نرم گرم یا تیز رو لہریں فوراً محسوس کر لے، اور پھر ایسا علاج بھی دریافت کر لے جو جسم میں موجود ہر عارضے کو مکمل طور پر صحت عطا کر سکے۔

اور میں ادب کو صرف پڑھتا ہوں۔ ابھی لکھنے والوں کے اس کارواں میں میں بہت پیچھے ہوں بلکہ نہ ہونے کے برابر۔ مجھے اس شاہراہ کی طرف گامزن کرنے کا سہرا میری آپی ساحرہ جی کے سر ہے۔ محترم ابنِ صفی سے تعارف بھی انہی کے ذریعے ہوا۔ شروعات امیر حمزہ سے ہوئی تھی اور منزلِ آخر جناب ابنِ صفی اور بس۔۔۔ پھر ویسے بھی داستانِ امیر حمزہ پرانے وقتوں کی باتیں تھیں۔ پھر کرنل فریدی اور علی عمران کے مسحور کن طلسم نے بھی ہمارے ذہنوں سے طلسم ہوشربا کو فنا کر دیا۔ ابنِ صفی صاحب کی عظمت کا تذکرہ کرنے کے لئے میرے قلم میں طاقت نہیں، ذخیرۂ الفاظ میں کمی ہے۔ میرے ناچیز قلم سے بہے ہوئے یہ الفاظ اس سمندر کے لئے چند قطرے ہیں۔

ان سے پہلے اردو زبان میں جاسوسی ادب ترجموں کے بوجھ سے خمیدہ ہو چکا تھا۔۔۔ اس بوجھ کو اتارنے کا کام انہوں نے ہی سرانجام دیا۔۔۔ وہ اس بھیڑ میں ایک مردِ آہن کی طرح بلند مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس شعبے کو انہوں نے ایک نئی تج دی۔ ان کے بے تحاشا عقیدت مندوں کی وجہ ان کا اوریجنل انداز، واقعہ نگاری کا سلیقہ اور سحر انگیز اسلوبِ بیان ہے۔ ادب خواہ تفریح کے لئے لکھا جائے، کوئی نہ کوئی مقصدیت ضروری ہوتی ہے اور محترم ابنِ صفی نے اس مقصدیت کے دامن کو کبھی نہ چھوڑا۔ انہی سے پہلے ہمارے ادب کے محاذ پر سرّی ادب کا کوئی سپاہی نہ تھا۔ اور یہ حصہ ہمیشہ شکست خوردہ ہی رہتا تھا۔ اس لئے انہیں جاسوسی ادب کی تاریخ میں "بابائے جاسوسی" اور "کولمبس" کے نام سے لکھا جائے گا۔

کیا محترم ابنِ صفی سے بڑا مصنف پاکستان پیدا کر سکے گا ــــ!!!

نہیں۔۔۔ قطعی نہیں۔۔۔ کیونکہ انسان دوبارہ جنم لیتا ہی نہیں! وہ غالب ہو میر ہو۔۔۔ اقبال ہو ساحر ہو۔ کیا کوئی روپ بدل کر واپس آیا ہے۔۔۔! بس اسی طرح ابنِ صفی بھی نہیں۔۔۔ مگر یہ سچ ہے کہ وہ ایک نئے راستے کی طرف، نئے جزیرے کی جانب کشتیٔ حیات کی پتوار کو ڈال گئے۔ اب اس کشتی کو حالات کے بھنور سے زمانے کے ہچکولوں سے نجات دلانا ہمارا کام ہے۔

ادیب دو قسم کے ہوتے۔ ایک وہ جن کو ادب کے مہا پرش ادیب مان لیتے ہیں، ان کا ایک حلقہ بن جاتا ہے ان کی کتابیں ادب کے خزانے میں ایک اضافہ ہوتی ہیں، اور لائبریریوں کے کونے میں اس طرح دفن ہو جاتی ہیں جیسے لحد میں کوئی لاش! عام آدمی انہیں پڑھنا تو دور کی بات ہے ہاتھ لگاتے ہوئے بھی ہچکچاتے ہیں۔۔۔ دوسرے وہ ہیں جنہیں یہ ادبی ٹھیکیدار ادیب نہیں مانتے۔۔۔ مگر وہ گھر گھر پڑھے جاتے ہیں۔۔۔ ان کی کتب کی تعریف میں گھر گھر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا ہے۔ پڑھنے والوں کے دلوں میں ان کی رسائی ہوتی ہے۔۔۔ وہ جھونپڑوں میں بھی مسرت کا پیام لاتے ہیں، محلوں میں بھی تنگ نظری کو فنا کر دیتے ہیں۔ وہ ہر جگہ پائے جاتے ہیں خیالوں، ذہنوں میں، دلوں میں، گفتگو میں ــــ آنکھیں انہیں تکتی ہیں، ہاتھ انتظار میں ملے جاتے ہیں۔ بک اسٹالوں کے چکر لگاتے ہوئے ٹانگیں نہیں تھکتیں۔۔۔ اور پھر۔۔۔ جب ان کی کتاب آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو سوگوار آنکھیں کھل اٹھتی ہیں۔۔۔ ہاتھ بے تابی سے کتاب کی طرف بڑھتے ہیں۔ نہ چلنے کی سکت کے باوجود ٹانگیں ایک نئی امنگ، ہمت، عزم اور جدوجہد کے ایمان کے ساتھ اپنا کام کرنے لگتی ہیں۔ بس محترم ابنِ صفی اس دوسری اور ہر دلعزیز صف میں آتے ہیں اور اس میں ان کا مرتبہ ان کا مقام سب سے نمایاں سب سے بلند ہے۔۔۔ یہ نام نہاد نقاد اپنی اصلیت کھو بیٹھنے کے لئے زیادہ عرصہ نہیں لگائیں گے جب کہ محترم ابنِ صفی ہمیشہ ہمارے دلوں میں دھڑکنوں کی طرح، جسموں میں روحوں کی طرح بسے رہیں گے۔

ویسے بھی ادیب کا سرمایہ، اس کی دولت اس کے پڑھنے والے ہوتے ہیں۔ اس کے قارئین شائقین کی لمبی قطاریں اس کی ہر دلعزیزی کا ثبوت ہوتی ہیں۔ ادیب اپنے پڑھنے والوں کے ساتھ ایک لطیف ناتا جوڑ لیتا ہے ــــ احساسات و خیالات کا سندر سا ناتا ــــ قلم کے ذریعے پھیلائی گئی چاشنی کے ذریعے بھی یہ ناتا باہم مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور پھر جہاں جہاں قاری ادیب کے قلم سے نکلے ہوئے سندر شبدوں کی کلاسیکی مدھرتا میں ڈوبتا جاتا ہے۔۔۔ وہاں وہاں اس کے ذہن پر ادیب کا اثر گہرا ہونے لگتا ہے۔۔۔ پھر قارئین خود ہی اس بات کا فیصلہ کر دیتے ہیں کہ ادب کے اس اکھاڑے کا اس میدان کا شہسوار کون ہے۔ یہاں پر نقادوں کی ایک نہیں چلتی اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ اب یہ ثابت ہوتا ہے کہ قارئین ابنِ صفی صاحب کے حق میں یہ فیصلہ برسوں پہلے کر چکے تھے اور انہیں میدان کا واحد شہسوار تسلیم کر چکے تھے۔

یہ آفتاب جو جاسوسی ادب کی پیشانی پر اپنی سنہری کرنیں ہمیشہ بکھیرتا رہے گا، شوبز نس کی دنیا میں بھی آیا۔ مگر ہدایت کار کی بے اعتنائی کا شکار ہو کر ایک فلم کے بعد اس غلطی سے توبہ کر لی۔۔۔ البتہ ملک میں ٹی وی آنے سے پہلے ان کا ایک ڈرامہ ریڈیو پر ضرور نشر ہوا۔ یہ جاسوسی ڈرامہ جس کے مرکزی کردار کرنل احمد کمال فریدی اور کیپٹن حمید ساجد تھے لوگوں میں بے حد مقبول ہوا۔۔۔ مگر ٹی وی کی ناقدریوں پر رونا آتا ہے کہ یہ لوگ سنسر کی ہوئی انگلش جاسوسی فلمیں دکھاتے ہیں۔ اس کاٹ چھانٹ میں وہ بھی کٹ جاتا ہے جسے نہ کٹنا چاہیئے۔۔۔ اس لئے انہیں چاہیئے کہ اردو میں جاسوسی ڈرامے پیش کریں۔ ہماری شاہانِ کراچی ٹی وی سے التجا ہے کہ وہ ابنِ صفی صاحب کے ناولز پر جاسوسی ڈرامے بنانے کی کوشش کریں۔ اس طرح ہمیں اور آپ کو سنسر کی قینچی سے نجات مل جائے گی۔ معلوم نہیں میری یہ تجویز ان تک پہنچتی ہے یا نہیں۔۔۔۔!

مجھے جن شخصیات سے ملنے کا ارمان تھا، ان میں سرِ فہرست محترم ابنِ صفی صاحب ہی تھے۔۔۔ مگر جب میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا، اور پھر جب ان سے عقیدت ہوئی تو ملاقات کا ارمان بھی ہوا۔۔۔ مگر۔۔۔ تب معلوم ہوا کہ وہ تو دور بہت دور آسمان کی رفعتوں میں جا چھپے ہیں، جہاں سے انہیں لانا بہت مشکل ہے۔ میں تو نہ مل سکا مگر ساحرہ جی ان

سے ملاقات کر چکی ہیں۔ یہاں پر ان کے تاثرات، ان کے احساسات، ان کی ڈائری کے وہ صفحات پیش ہیں جو محترم ابنِ صفی صاحب کی عقیدت سے پر ہیں۔

آئیے دیکھیں، انہوں نے اپنی روحانی محبت کا اعتراف کس طرح کیا ہے ——

ایک ایسا نامور مصنف، جس کی کتابیں —— دوسرے تیسرے دن ہی بک اسٹالوں سے غائب ہو جایا کرتی تھیں.... پاکستان اور ہندوستان میں ان کی ہر کتاب لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتی تھی. ہندوستان میں ان کے پبلشر عباس حسینی محترم ابن صفی کی بدولت کوٹھی، بنگلے اور کاروں کے مالک ہیں مگر ابن صفی صاحب اب تک ویسے ہی، جیسے ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے تھے.....

سب سے زیادہ خرید سے جانے والے نام —— ابنِ صفی صاحب کے گھر نہ صرف کسی قسم کا سامانِ تعیش نہیں ہے بلکہ وہاں بالکل ایک متوسط طبقے کے مثالی مشرقی گھر کا سماں ہے. گھر کی صفائی ستھرائی مکینوں کی نفاست اور حسنِ ذوق کی دلیل ہے. وہاں سکھڑپن ہے، قناعت کا سکون ہے، خلوص کی مسکراہٹ ہے ان کے گھرانے کے لوگ قناعت اور اطمینان کی دولت سے مالا مال ہیں۔

جب میں محترم ابنِ صفی صاحب سے ملی تو وہ لمحہ، وہ گھڑی ایسا محسوس ہوا جیسے وقت تھم گیا ہو. وہ دن میری زندگی کا حاصل ہے، جسے شاید میں کبھی نہ بھول سکوں! یہ میرا دعویٰ ہے! اور شاید اگر کسی حادثے میں میری یادداشت کو نقصان پہنچ جائے تو بھی ان کا نقش، ان کی محبت میرے دل میرے ذہن سے فنا نہ ہو سکے گی... محترم ابنِ صفی ایک معصوم شاعر، جنھوں نے جاسوسی ادب کو اپنا کر ہم پر احسانِ عظیم کیا... ملنے سے پہلے میری سوچوں کے عکس میں ان کی شبیہہ یہ تھی کہ وہ بھی "فادر ہارڈاسٹون" کی طرح ناقابلِ شکست اور علی عمران کی طرح لافانی ہوں گے —— مگر وہ تو دوسروں کے سے ایک کمزور انسان نکلے. موت کے سامنے لاچار... بے بس، مجبور، ان سے ملاقات کرتے وقت میں بے حد مرعوب اور خوفزدہ تھی کہ میں ان سے ملنے جا رہی ہوں جو بہت اونچے اور بلند مرتبے کے انسان ہیں.. انسان ہی فرشتے نہیں... کیونکہ فرشتے تو پابند ہوتے ہیں احکاماتِ خداوندی کے. یہ انسان ہی ہے جو اللہ سے بھی بے وفائی کر جاتا ہے... انسان ہی جب اٹھتا ہے تو ولی بن جاتا ہے.... یہ وہ عظمت کے نشان ہیں جنھوں نے فریدی، عمران، صفدر، حمید، طاہر، انور، روشی، جولیانا، جوزف، جیمس، قاسم، سلیمان جیسے محبوب اور علامتی کرداروں کو جنم دیا، تخلیق کیا... پھر تھریسیا، سنگ ہی، جابر، جیرالڈ، شاستری، بوغا، نانوتہ، ریما، ڈاکٹر سلیمان، سر بنتھال، ڈاکٹر نارنگ، گارساں، تنچ کے علاوہ دوسرے ایسے کردار بھی تخلیق کیے، جن کی ریشہ دوانیاں قاری کو ان سے نفرت پر مجبور کر دیں، مگر پھر وہ پڑھنا بھی انہی کو چاہیں... پھر طلسم ہوشربا سے بڑھ کر "زیرو لینڈ" اور ہوشربا "تاریک وادی" کی بنیاد ڈالی. میرا خیال تھا کہ وہ بھی جنگجو، غصہ ور اور سرخ سرخ آنکھوں والے کوئی انسان ہوں گے —— مگر وہ تو اتنے حلیم، شفیق، منکسر المزاج، معصوم اور خاموش طبع نظر آئے کہ انہیں دیکھ کر میں مبہوت رہ گئی. نہ کسی قسم کا

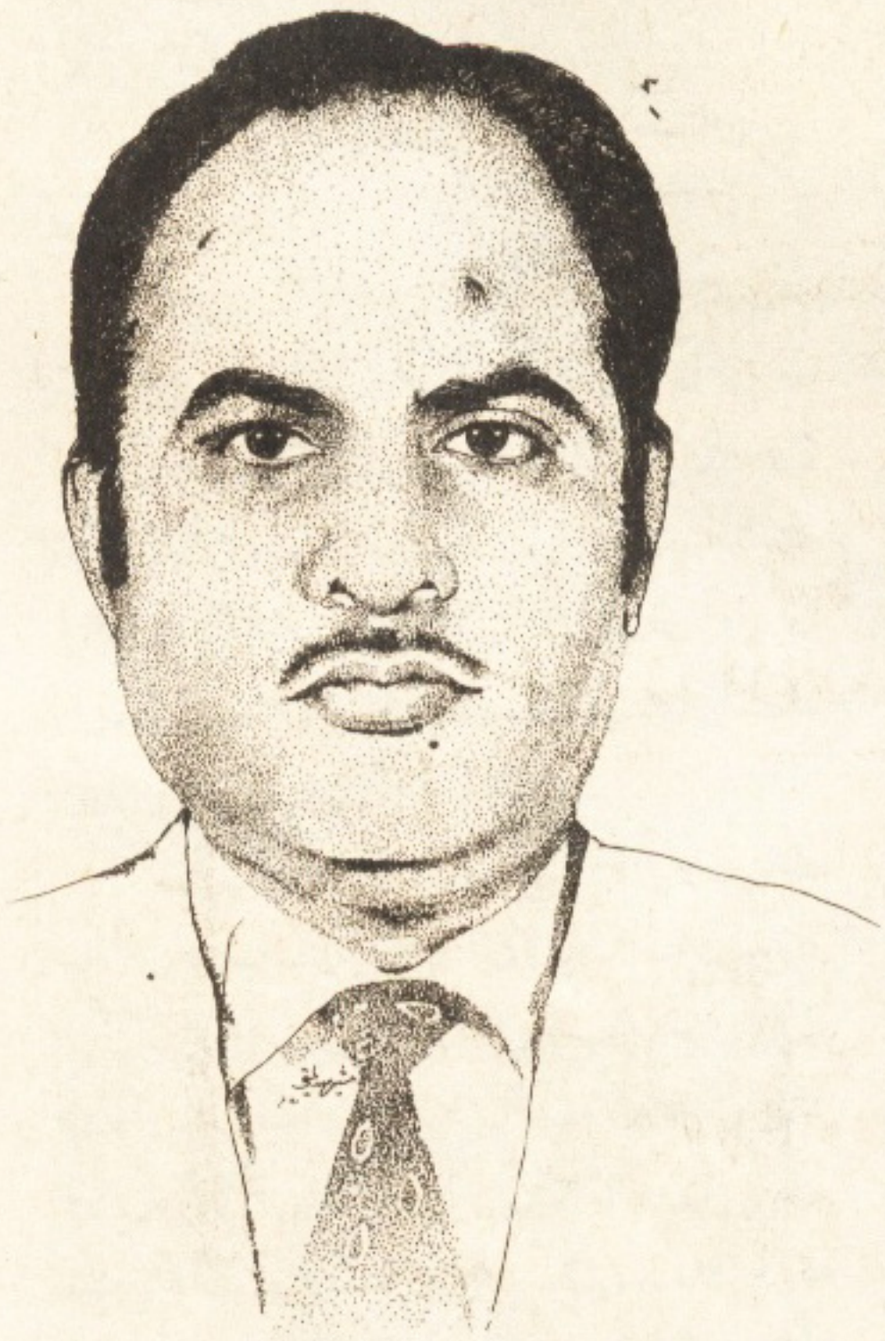

غرور، نہ خود پسندی اور خودنمائی... اور نہ ہی اپنے مشہور ہونے کا تکبر... مجھے ان کے دھیمے دھیمے خوب صورت انداز گویائی میں وہ شیریں الفاظ آج بھی یاد ہیں، جو انہوں نے میرے سر پر شفقت بھرے ہاتھ رکھ کر کہے تھے، اور مجھے بیٹی کہا تھا... آج... آج میں روحانی طور پر یتیم و یسیر، فقیر، سب کچھ ہو گئی ہوں. آج ۲۷ جولائی کو مجھے خبر ملی ہے کہ وہ اس جہان سے رخصت ہو گئے جن کے دم سے رونق تھی۔ محفل جن کے دم سے رواں دواں تھی۔

میری آٹوگراف بک پر ان کی خوب صورت تحریر اشکوں سے پُر آنکھوں سے بھی صاف نظر آ رہی ہے ——

- احساسِ کمتری شخصیت کے لئے سمِ قاتل سے کم نہیں۔
- میری محبت کبھی اتنی شدید نہیں ہو سکتی کہ میں اسے اپنی انا پر ترجیح دے سکوں۔
- آدمی سنجیدہ ہو کر کیا کرے، جب کہ وہ جانتا ہے کہ ایک دن اسے اپنی سنجیدگی سمیت دفن ہو جانا پڑے گا۔
- قہقہہ دراصل وہی ہے جو آنسوؤں کے سمندر میں تیرتا ہوا لبوں تک آتا ہے۔

اور پھر یہ کہ،

- کسی کے مرنے کا غم اسے ہونا چاہیئے، جسے خود نہ مرنا ہو۔

اب میں انہیں کیسے بتاؤں کہ کچھ لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جن کے اس جہان سے چلے جانے پر انسان تو انسان پوری کائنات پر سوگ طاری ہو جاتا ہے. پھر آپ کے مداح کیسے نہ آنسو بہائیں! —— غم کا اندازہ اشک اور مسرت کا اظہار مسکراہٹ ہے....

یہ بھی درست ہے کہ ؎

بالآخر تھک ہار کے یارو ہم نے بھی تسلیم کیا
اپنی ذات سے عشق ہے سچا، باقی سب افسانے ہیں

آپ کا یہ شعر بھی اس وقت آنسوؤں میں ڈوبا ہوا نظر آ رہا ہے. وہ چلے گئے مگر اپنی نادر و نایاب تحریروں اور عالمی ادب کے روشن کردار عطا کر کے ہمیں بین الاقوامی سطح پر لا کھڑا کیا....

ابنِ صفی صاحب کی عظمت میں کوئی شک و شبہہ نہیں! یہی کیا کم ہے کہ آج ان کے کردار ان کے سپوت بہت سے انا ڑیوں کا پیٹ بھر رہے ہیں۔ نئے لکھنے والے ان کے ناولز سے اصلاح لیتے ہیں. یہ الگ بات ہے کہ ؏

ہمت مجھ میں اعتراف کی نہیں

اس کے علاوہ ایک ناول "طوفان کا اغوا" میں انہوں نے ایک مشینی آدمی (فولادی) کا تخیلاتی تصور پیش کیا تھا. اس کے تقریباً دس سال بعد روسیوں نے اس تصور کو ان کی تھیوری پر کام کرتے ہوئے حقیقت بنا دیا. بالکل وہی فنکشن تھے. آغازِ تخلیق میں اس کے جو "طوفان کا اغوا" میں محترم ابنِ صفی صاحب نے بتائے تھے.

موت ہر فانی شے پر آتی ہے... موت کسی کو نہیں بخشتی. عزرائیل صرف حکم کا پابند ہے، اسے خدا نے جو حکم دے دیا. اس کا فرض اس کی بجا آوری ہے. عزرائیل نے کسی کو معاف نہیں کرنا. مگر یہ بات تو وہ بھی جانتا ہے کہ کچھ کا جانا ہر ایک کو گراں گزرتا ہے. بس انہی میں سے ایک میرے روحانی باپ، استاد نہیں کہہ سکتی کہ میں تو ان کے پیشروؤں کی خاک بھی نہیں، ان کے شاگرد ہی میرے استاد ہو سکتے ہیں۔

محترم ابنِ صفی! جن کے جانے سے اردو ادب کا ایک شاندار اور تاریخ ساز باب تمام ہوا۔ اک ویرانی ہے جو وہ چھوڑ گئے ہیں اس لئے کیوں نہ روؤں، آنسو بہاؤں، خدا سے احتجاج کروں کیوں نہ۔۔۔! اگر یہ سب نہیں بھی تو یہ ابدی صلیب جدائی زندگی کے ہر موڑ پر بھاری ہے۔ آج وہ ہم میں نہیں، مگر من کی آتما نہیں مانتی۔ وہ تو آج بھی اسی احساس کے ساتھ ہے جیسے ان کی حیات میں تھی۔ ان کی شوخ تحریریں ایسی تھیں جیسے وہ مسکراہٹوں کی سوغات لٹا رہے ہیں اور اب ان کی یادیں آنسو بن کر روح کی تاریک گہرائیوں میں اترتی سی لگتی ہیں۔ علم و ادب کا وہ چمکتا سورج جس ذہنی نور ہمارے مبہوس ذہنوں کو منور کرتا تھا، وہ ہمیشہ کے لئے کہیں جا چھپا ہے۔

ان کی تحریر شوخی و طنز کا لطیف اور کٹیلا امتزاج ہے برجستہ و بے ساختہ جملوں کا سیلِ رواں جاری ہے۔ سادگی اور شانِ الفاظ کا بھی ایسا ملاپ ہے کہ دل مسرت سے پُر ہو جاتا ہے۔ ان کی تمام تحریرات اس زیور سے سجی ہیں۔ دنیا کی کسی زبان کا سرِی ادب ابنِ صفی جیسا قلم کار نہیں پیدا کر سکا۔ ان کی اضافی خصوصیت سراغ رسی میں مزاح کا ملاپ ہے۔ وہ اس صنفِ سخن کے بے تاج بادشاہ ہیں اور ان تک پہنچنے والا کوئی نہیں۔

جاسوسی ادب کا چاند گھٹا ٹوپ بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔۔۔ عارضی نہیں مستقل۔۔۔ ان کی عظمت کے ان کی عقیدت کے خراج میں یہ چند آنسو یہ چند آہیں جو میری روح کی گہرائیوں سے نکل رہی ہیں بے حد مختصر ہیں۔۔۔ اب مجھے ان کی سمندر جیسی گہری اور بیکراں زندگی، نشیب و فراز، تلاطم، تموج سب ہی نظر آ رہا ہے۔ ان کی سنجیدہ سنجیدہ تصویر جس میں وہ گہری سوچ میں ڈوبے ہیں میرے پاس موجود ہے اور یک بیک یہ شعر یاد آ رہے ہیں جو شاید حضرتِ اسرار (محترم ابنِ صفی) نے اپنے لئے ہی کہے ہیں ؎

مدتوں ذہن میں گونجوں گا سوالوں کی طرح،
تجھ کو یاد آؤں گا گزرے ہوئے سالوں کی طرح
ڈوب جائے گا جو کسی روز خورشیدِ انا
مجھ کو دہراؤ گے محفل میں مثالوں کی طرح

میری ڈائری کا یہ ورق ہمیشہ میری نگاہوں میں تاریکیاں ۔۔۔ تنہائیاں بکھیرتا رہے گا۔ مجھے محترم ابنِ صفی سدا یاد رہیں گے اور۔۔۔ زندگی ختم ہو جائے۔۔۔ تمام ہو جائے گی۔۔۔ کیوں کہ ——

عزرائیل نے کسی کو بھی۔۔۔ نہیں چھوڑنا ——

—— ساحرہ سحر

۲۷ جولائی ۱۹۸۰ء

(باقی آئندہ)